ریاض خیر آبادی۔ شخص اور شاعر

کاشف عمران☆

ڈاکٹر روبینہ ترین☆☆

Riaz Khair Abadi: Poet and Personality

Dr Rubina Tareen

Kashif Imran

Abstract:

Riaz Khairabadi(1854-1934) was a well-known poet inthe tradition of Khamriyat(wine poetry) in Urdu Ghazal.It is an astonishingmatter of fact that Riaz never drank in his whole life but his poetry is full ofwine. Wine and womanly beauty are his favorite topics. In this article , it hasbeen tried to study personality and poetry of the said poet . His poetry hasgot almost all shades&aspects of wine poetry , and it certainly doesdemand our full attention , how Riaz has been able to write so much about winewithout drinking a single drop of wine himself.This article is a serious attemptto evaluate Riaz as a poet of Khamriyat and after a peek into his poetry , itconcludes that his contribution to Urdu Literature&wine poetry of UrduGhazal are , valuable indeed .

Key words:

Riaz Khair Abadi, wine, youth, Urdu, Gazal

کلیدی الفاظ:

ریاض خیر آبادی، شراب، شباب، خمریات، بادہ، جام، ساغر

خَمر، عربی میں شراب کو کہتے ہیں، خمریہ اس شاعری کو کہتے ہیں جس میں شراب، اس کے لوازم اور متعلقات مثلاً بادہ، جام، مینا، ساغر وغیرہ کا ذکر ہو یا کسی بھی نشے یا خمار کا ذکر ہو۔ خمریہ کی جمع خمریات ہے۔ فرہنگِ عمید کے مطابق:

"خمر۔ فشردۂ انگور یا خرما کہ تخمیر و تبدیل بہ شراب شدہ، ہر نوشابہ ای کہ مستی

☆ لیکچرار اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج جھنگ

☆☆ پروفیسر (ر)، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

بیاورد از شراب و عرق و امثال آنہا، بیشتر بہ شراب اطلاق میشود۔ خمریہ (جمع آن خمریات) در اصطلاح شاعران: اشعاری کہ در وصف خمر (مے۔ بادہ) گفتہ شود"(1)

خمریات کے حوالے سے ایک بڑا اور معتبر نام سیّد ریاض احمد ریاضؔ خیر آبادی (۱۸۵۴۔ ۱۹۳۴ء) (2) کا ہے۔ ریاض نے اپنی زندگی میں اپنے آپ کو شاعر خمریات کے طور پر منوالیا تھا۔ مثلاً ریاض کی زندگی میں جنوری ۱۹۳۰ء میں چھپنے والے 'الناظر' لکھنو میں جگرؔ مراد آبادی اور افتخار علی جگرؔ بسوانی کی غزلیات 'غزل' کے عنوان سے شائع ہوئیں اور ریاضؔ خیر آبادی کی غزل پر "خم کدہ ٔ ریاضؔ" کا عنوان جمایا گیا(3)۔ ریاض کی وفات کے کچھ عرصے بعد ۱۹۴۲ء میں حامد حسن قادری نے آگرہ سے اپنے مضامین و مقالات کا مجموعہ نقد و نظر کے عنوان سے شائع کیا تو اس میں چودہ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ خمریاتِ ریاضؔ کے حوالے سے بھی شامل تھا، اس کا عنوان "خم خانہ ریاض" تھا(4)۔ بہت سے حوالے ایسے موجود ہیں جن سے یہ گواہی ملتی ہے کہ ریاضؔ شاعر کے طور پر خرابات و خمریات کے امام اور عملی زندگی میں نماز، روزہ و شریعت کے مکمل پابند تھے اور شراب کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ انور کمال حسینی نے کلامِ ریاض کے پیش لفظ میں لکھا:

"اپنی شاعری میں آپ نے شراب وشباب کے مضمون کو اس خوبی سے باندھا اور بٹھایا کہ اس اعتبار سے ریاضؔ خرابات و خمریات کے امام نظر آتے ہیں۔۔۔۔ حیرت انگیز بات ہے کہ اس شاعر شراب نے اپنی آخری زندگی تک شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھا۔ آپ روزے نماز کے پابند، بڑے متقی پرہیز گار، پارسا، دیندار سچّے مسلمان تھے، آپ صحیح معنوں میں رندِ پارسا تھے"(5)

اس سلسلے میں سب سے معتبر حوالہ ریاضؔ کے قریبی دوست سیّد سبحان اللہ کا سمجھا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"ہر جاننے والا اور پورا گورکھپور اور پورا خیر آباد قرآن لے کر دن اور رات کی تمام صحبتوں کی بابت قسم کھانے کو تیار ہے کہ ریاض مرحوم نے کبھی ایک بوند بھی شراب لب تک نہ آنے دی"(6)

کمال یہ ہے کہ اس غیر شرابی شاعر نے تصوف، فارسی شاعری اور خمریات کا اتنا عمیق مطالعہ کیا تھا کہ کوئی بھی مضمون اس کی نگاہ سے اوجھل نہ تھا اور اس کے کلام میں خمریات کا تقریباً ہر پہلو اور ہر زاویہ موجود ہے۔ دیوانِ ریاض کا جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ دیوان کی پہلی غزل کا مطلع خمریاتی ہے:

یہ ذوقِ ادب مست مئے ہوش ربا کا

لغزش ہے قلم کو جو لکھا نام خدا کا (7) ص۱۵۳

اس خوب صورت شعر میں ریاض نے حسنِ تعلیل سے کام لیا ہے۔جب کوئی شخص نشے میں ہو تو اس پر رعشہ طاری ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ کانپتے ہیں۔ اس سے کچھ بھی لکھا نہیں جاتا لیکن شاعر کہتا ہے کہ مستی کے عالم میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے نام خدا لکھنا ادب کو ظاہر کرتا ہے ۔اس پہلی غزل میں سات خمریاتی اشعار موجود ہیں۔ دیوان میں کوئی صفحہ خمریات سے خالی نہیں ہے۔ شاعر نے شباب و شراب کے مختلف پہلوؤں پر کھل کر لکھا ہے۔ردیف ب میں ایک غزل توجہ طلب ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ اس کی ردیف شراب ہے اور قافیہ آب، عذاب، شراب وغیرہ ہے۔ یہ غزل بہت مشہور ہے اور اسے ریاض کا نمایندہ کلام کہا جاسکتا ہے۔اس غزل میں کل گیارہ اشعار موجود ہیں ہر شعر لاجواب ہے۔چند شعر ملاحظہ ہوں:

کہاں سے لائے کوئی روزاب کباب شراب

ہماری جان کا آخر ہوئی عذاب شراب ص۲۳۶

شاعر اگرچہ غیر شرابی ہیں لیکن شاعری کی حد تک انھوں نے خمریات کے حوالے سے تمام مضامین باندھے ہیں۔ اس شعر میں شرابیوں کی شراب و کباب سے رغبت اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شراب کو جان کا عذاب بنتے دکھایا گیا ہے۔

لگا کے دھوکے سے منہ شیخ پھر نہ چھوڑ سکا

پکارتا ہی رہا میں ارے شراب شراب

یہ شعر بہت شہرت رکھتا ہے۔ غزل کے روایتی منفی کردار شیخ کی منافقت پر اس سے اچھا شعر شاید ہی کوئی مل سکے۔ شیخ لوگوں کو گناہوں سے ڈراتا ہے اور جب اس کہیں ذرا سی گنجایش مل جائے تو ذرا برابر نہیں چوکتا۔

حساب سے دم محشر معاف ہی رکھّو

فرشتو پی کے ہم آئے ہیں بے حساب شراب

ریاض کے کلام میں سب سے بنیادی عنصر اس کی شوخی ہے۔اس شعر میں شاعر حساب اور بے حساب کے تضاد سے کام لیتے ہوئے فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ہم تو بے حساب پی آئے ہیں اس لیے ہمیں محشر میں حساب سے معاف ہی رکھا جائے۔

کوئی جو بہکے بنے بڑھ کے راہبر ہر موج

بتائے بادہ کشوں کو رہِ ثواب شراب

شراب پینے والوں سے اکثر یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ اگر شراب پی کر ہم اندھے ہو جائیں اور اچھے برے کی تمیز نہ رہے تو یقیناً شراب حرام ہے لیکن اگر ہمارا ظرف عالی ہو، ہم پی کر نہ بہکیں اور شراب سے صرف دماغی سکون حاصل کریں اور کسی کا کوئی نقصان نہ کرتے ہوں تو پھر یہ حرام نہ رہے گی۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ شراب پینے سے دماغ کا وہ حصہ متاثر ہوتا ہے جو ہمیں نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور اسی لیے لوگ شراب پی کر وہ سچ اگل دیتے ہیں جو وہ عالم ہوش میں کبھی کسی کو نہ بتائیں۔

اگر خمریاتِ ریاض کا موضوعاتی مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ریاض کے ہاں موضوعاتی تنوع بہت زیادہ ہے۔ مے سے توبہ کرنا، توبہ توڑنا، شرمندہ ہونا، توبہ کرنا۔۔ یہ خمریات کی دنیا میں ایک مستقل موضوع ہے۔ ریاض کے ہاں اس موضوع پر بہت اشعار ملتے ہیں چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں

ہمیں تو جیتے جی کوثر کی پلوا
خدایا چھوڑ دی ہے تیرے ڈر سے ص ۳۸۲

شاعر خدا کے ساتھ شوخی کرتے ہوئے فرمایش کرتا ہے کہ اے خدا تیرے ڈر سے مے چھوڑ دی ہے تو اب ہمیں اسی دنیا میں حوض کوثر سے مے پلوا دے۔

حلق سے گھونٹ بھر جہاں اتری
توبہ پھر عمر بھر نہیں ہوتی ص ۴۰۱

اس شعر میں شاعر ایک نفسیاتی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ جس نے کبھی مے کو منہ نہ لگایا ہو وہ تو پرہیز گار ہوتا ہے۔ اس کے لیے مے سے بچنا مشکل نہیں ہوتا لیکن جس نے اس سیّال کو ایک بار گلے سے اتار لیا۔ اس کے لیے توبہ آسان نہیں ہوتی۔ جس کے منہ کو یہ مے لگ جائے پھر چھوٹا نہیں کرتی۔

واعظ یہ بعد توبہ جو مے پر نگاہ ہے
کچھ بھی نہیں ہے وضع کا اپنی نباہ ہے ص ۴۴۴

واعظ نہ صرف مے خوار سے توبہ کراتا ہے بلکہ توبہ کے بعد اس پر کڑی نگاہ بھی رکھتا ہے کہ کہیں پھر سے توبہ توڑ نہ ڈالے اور واعظ چاہتا ہے کہ اس تائب کو مے کے ماحول سے دور رکھے۔ واعظ کی اس تشویش کو سمجھتے ہوئے ایک وضاحتی بیان جاری کیا جاتا ہے کہ مے نوشی تو چھوڑ ہی چکے ہیں لیکن مے پر نگاہ اس لیے رکھی ہوئی ہے کہ اپنی وضع نبھا رہے ہیں۔ صرف دیکھنے سے تو گناہ نہیں ہو گا۔ نہ پینے

کا وعدہ کیا ہے نہ دیکھنے کی شرط رکھی ہے۔ خمریات میں ایک مستقل موضوع مے خانے اور حرم کا تقابل بھی ہے۔ کچھ امثال ملاحظہ ہوں:

کام آئے گی ریاضؔ کے مشق طواف خم
کعبے کے گرد ہوں گے جو سوجھی ثواب کی ص۳۷۸

شاعر شوخی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ریاض ہم نے عمر بھی شراب کے مٹکے کا طواف کیا ہے، اس کے گرد چکر کاٹے ہیں، اب حج کرنے کے لیے آئے ہیں تو طوافِ خم کی مشق کام آئے گی اور ثواب کمانے کی سوجھے گی تو طوافِ کعبہ کر لیا کریں گے اور چونکہ عادت ہے چکر کاٹنے کی اس لیے تھکن بھی نہ ہوگی۔

ہم میکدے کو چھوڑ کے کعبے کے ہو رہیں
کعبے میں اس طرح کی مدارات بھی تو ہو ص۳۵۰

اس شعر میں شاعر نے شوخی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم مے خوار میکدے کو چھوڑ کر کعبے کے ہونے کے لیے تیار ہیں لیکن کعبے میں اس طرح کی خاطر مدارات بھی تو کی جائے جیسی آؤ بھگت میکدے والے کرتے ہیں۔ شاید کعبے والوں سے حوض کوثر اور حور کی فرمائش ہو۔

جھومتی قبلے سے آئی تھی ستم ڈھانے کو
لو گھٹا جھک کے اڑا لے گئی میخانے کو ص۳۵۷

اس شعر میں حسن تعلیل اور شوخی دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ مغرب کی طرف سے اٹھنے والی گھٹائیں اکثر بارش کا سبب بنتی ہیں۔ بعض اوقات بارش کے ساتھ طوفانی ہوائیں بھی ہوتی ہیں۔ شاعر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا ہے کہ قبلے کی طرف ایک مست گھٹا جھومتی جھامتی مے کدے کی طرف بڑھی، میکدے پر جھکی اور ستم ڈھا کر میکدہ اڑا کر اپنے ساتھ لے گئی۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ مے خواروں نے بادل دیکھ کر خوب شراب نوشی کی اور میکدہ خالی ہو گیا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ طوفان باد و باراں نے مٹکے پھوڑ دیے ہوں اور جام توڑ دیے ہوں اور میکدے آلاتِ مے کا قبرستان بن کے رہ گیا ہو۔ خمریات میں صرف مے کا ہی نہیں اس کے کچھ لوازم کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں بادل، کباب، ساقی، مغنی، بہار، شبِ ماہتاب۔۔۔ وغیرہ ہم شامل ہیں۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

کیا چیز مے کشو ہے زمانہ بہار کا
کہتے ہیں مے فروش گئے دن ادھار کے ص۳۸۲

بہار کے زمانے میں چوں کہ شراب کی طلب بہت بڑھ جاتی ہے اس لیے نقد خریدنے والے اتنے میسر آجاتے ہیں کہ بیچارے غریبوں کو ادھار شراب مانگنے پر جھڑکیاں ہی ملتی ہیں۔

ہم بھی آجائیں گے بوتل لیے گلشن میں ریاضؔ
مئے گل رنگ لیے ابر بہار آئے تو ص۳۵۶

شاعر کا کہنا ہے کہ اگر بہار کا بادل سرخ رنگ کی شراب لے کر آئے تو ہم بھی اپنی بوتل ہاتھ میں پکڑے گلشن میں آموجود ہوں گے۔ بس ابر بہاری کے آنے کی دیر ہے۔

ہر بوند مئے کوثر و تسنیم لیے تھی
میں خوش ہوں کہ اب کی ہوئی برسات مزے کی ص۴۱۹

برسات کے موسم میں بچے بوڑھے سبھی خوش نظر آتے ہیں اور گھروں میں مزے مزے کے پکوان بنائے جاتے ہیں اس طرح مے نوش بھی بارش کو دیکھ کر شراب پیتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ اب کی بار جو برسات ہوئی اس کی ہر ہر بوند کوثر و تسنیم کی شراب کا لطف پایا جاتا تھا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ریاض کے کلام میں بنیادی عنصر ان کی شوخی ہے۔ اس شوخی میں وہ اپنے سمیت کسی کو بھی معاف کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ یہی شوخی کبھی رندی بنتی ہے۔ کبھی گستاخی، کبھی مے خوار کی ایسی بڑ جس کا کوئی مطلب بھی نہ نکلے ۔ شوخی کے حامل کچھ اشعار ملاحظہ ہوں اپنے کلام کے حوالے سے کہا:

مزا تو آئے جو لیں رند پڑھ کے ہاتھوں ہاتھ
مزا تو آئے کہیں سے جو مے ابل کے چلے ص۳۸۰

ایک اور شعر میں اپنا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

ہم نے دیکھا طرفِ میکدہ جاتے تھے ریاض
اک عصا تھامے، عبا پہنے، عمامہ باندھے ص۳۸۵

اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں یا تو شاعر نے اپنا مذاق اڑایا ہے کہ اس کا حلیہ تو شیوخ جیسا ہے مگر اس عمر میں بھی گناہوں کی طرف لپک لپک کر جاتا ہے یا پھر دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے اپنا نام لے کر حضرتِ شیخ ہی کو آئینہ دکھایا ہو۔ یہی شوخی حد سے بڑھے تو گستاخی تک جا پہنچتی ہے۔

اس واسطے کہ آؤ بھگت میکدے میں ہو
پوچھا جو گھر کسی نے تو کعبہ بتا دیا ص۱۶۹

اگرچہ ریاض کا تعلق بھی کعبے والوں کے ساتھ ہی تھا لیکن جو شہرت انھوں نے بطور شاعر بنا رکھی تھی ان کی اس بات پر مذہبی گروہ کو اعتراض ہو سکتا ہے کہ کعبہ کو اپنا گھر صرف اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ مے کدے میں آؤ بھگت کی جائے۔

تیز ہے پینے میں ہو جائے گی آسانی مجھے
زمزمی سے دے دے زاہد تو ذرا پانی مجھے ص ۴۲۲

اس شعر میں شاعر شوخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زاہد سے آبِ زم زم طلب کرتا ہے تاکہ اس کو اپنی تیز شراب میں ملا کر اسے گوارہ بنا سکے۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

قطرے میں بھی شراب کے دریا نظر پڑے
اتنی ملی کہ شکر ہے پروردگار کا ص۱۷۶

اگرچہ شکر کرنا بہت اچھی عادت ہے اور عبودیت کی شان ہے لیکن شاعر جب مے میسر آنے پر شکر کرے گا تو مذہبی گروہ کو یہ بات ہضم نہ ہو گی البتہ اس شعر کو اگر علامتی پیرائے میں لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم نعمتیں میسر رہنے پر شکر کرنے والے کے پاس کبھی نعمتوں کی کمی نہیں ہو سکتی۔

کوئی مے کش نہ مرا ہو کہیں تائب ہو کر
منہ کفن کھول کے دیکھو تو ذرا نور نہ تھا ص۱۹۵

اس شوخ شعر میں قابلِ اعتراض بات یہ ہو سکتی ہے کہ شاعر کا زور اس بات پر ہے کہ جو مے کش شراب سے تائب ہو کر مر جاتا ہے، مرنے کے بعد اس کے منہ پر کوئی نور نہ ہو گا۔ ریاض نے اپنے بہت سے اشعار میں فرشتوں کے حوالے سے ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو کسی بھی دین دار شخص کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں۔ شاعر یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ گویا فرشتے جان بوجھ کر اس کے نامۂ اعمال میں الٹی سیدھی باتیں درج کرتے ہیں اور شاید بارِ عصیاں اٹھانے کے لیے ان کو وہ لادو جانور کے طور پر بھی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

دو فرشتے ہیں لدے محشر میں ساتھ
بار عصیاں آج انھیں کے سر پڑا ص۱۶۲

بارِ عصیاں کے لیے یارب فرشتہ بھیج دے
ہم لدے آئے ہیں اپنے شیشہ و ساغر سے آپ ص۲۳۹

کاتبِ اعمال یہ ہے آپ کے ہاتھوں کا کھیل
بوجھ اتروا لیجیے محشر میں میرے سر سے آپ ص۲۳۹

ریاض کے ہاں بہت سے اشعار وہ بھی ہیں جن میں مے نوشی کا جواز دیا گیا ہے یا مے نوشی کے فوائد بیان کیے گئے ہیں مثلاً

آگیا پیری میں بھی رنگِ شباب
گھونٹ اتارے جب مئے گلفام کے ص۳۹۰

شاعر جام مے سے اپنے بڑھاپے میں شباب کا رنگ بھرتا ہے۔اس سلسلے میں وہ سرخ رنگ کی شراب کو پسند کرتا ہے۔

شیخ جی میکدہ وہ جنت ہے
تم بھی جا کر جوان ہو جاتے ص۴۰۰

مذہبی روایات یہ بتاتی ہیں کہ جنت ایسی جگہ ہے جس میں بوڑھے جوان ہو کر جائیں گے۔

مست اپنے حال میں ہر ایک آتا ہے نظر
میکدے میں جاکے دیکھو جو گدا ہے شاہ ہے ص۴۰۵

شاعر میکدے کی یہ شان بتاتا ہے کہ وہاں شاہ و گدا میں کوئی فرق نہیں ہوتا، ہر شخص مست و بے خود ہوتا ہے اور میکدہ شاہ و گدا میں کوئی تمیز نہیں کرتا، دونوں کو ایک سا جام عطا ہوتا ہے۔یہ بات میکدے کے علاوہ شاعر کو اور کہیں نظر نہیں آتی۔

پینے والا مئے صبوحی کا
کہیں پہلے اذاں سے اٹھتا ہے ص۴۱۵

اس شعر کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے خمار شکنی یا صبوحی پینے والے تہجد کے وقت اٹھتے ہیں اور سحر خیز ہوتے ہیں۔اس پر مذہبی طبقے کو اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس شعر کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے شاعر نمازِ تہجد کے سلسلہ میں اذان سے پہلے بیدار ہوتا ہے اور اللہ سے لو لگاتا ہے اور تہجد ہی کو علامتاً مے صبوحی کہہ رہا ہے۔ریاض کے کلام میں کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن میں علامتی جہت پائی جاتی ہے۔مثلاً

لبِ ساغر بھی تو ہیں خشک انہیں کیا چوسوں
قطرہ مے کو مری طرح نہ ترسے کوئی ص۴۴۰

بظاہر شاعر نے اس شعر میں مے سے محرومی کی بات کی ہے لیکن در حقیقت مے یہاں پر انسانی حسرتوں اور خواہشات کی علامت کے طور پر آئی ہے اور شاعر اس شعر میں انسانی زندگی میں پائی جانے والی محرومیوں کا رونا رو رہا ہے۔

لغزش کچھ اپنے پاؤں کی کچھ میکدے کا بعد
اہلِ حرم سے دور کی اب رسم و راہ ہے ص۴۴۳

یہ شعر بھی علامتی ہے۔پاؤں کی لغزش سے مراد گناہ کی طرف انسان کا جبلی میلان ہے۔ اہلِ حرم سے مراد دین کے روایتی ٹھیکے دار اور کٹھ ملا ہے۔ میکدے کے بُعد سے مراد گناہ گار لوگوں سے اہلِ حرم کی نفرت ہے اور اس شعر کا مجموعی مطلب یہ ہوا کہ یہ جو لوگ دینی اداروں اور دین سے دور ہوتے جاتے ہیں اور گناہوں سے قریب ہوتے چلے جا رہے ہیں اس کی وجہ دین کے ٹھیکے داروں کا غیر ہمدردانہ رویہ اور انسانی نفسیات سے عدم واقفیت ہے۔

مینا کی طرح جاکے ابھی سر جھکائیں ہم

پیر مغاں سا قبلۂ حاجات بھی تو ہو ص۳۴۹

اس شعر میں شاعر نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ پیر مغاں جتنی شفقت اور محبت سے مے خواروں کے ساتھ پیش آتا ہے ایسا رویہ اگر مسجد اور خانقاہ کے قبلہ حاجات کا بھی ہوتا تو مسجد اور خانقاہ میں بھی ایسی ہی بھیڑ ہوتی جیسی بھیڑ ہمیں مے خانے میں نظر آتی ہے۔اسی مضمون کو اقبال نے اس طرح باندھا ہے:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں

فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق (8)

یہ گر جاتی ہے چلو سے چھلک جاتی ہے ساغر سے

کوئی کیوں کر بچائے داغِ مے سے اپنے دامن کو ص۳۴۷

اس شعر میں مے دنیا کی علامت ہے ۔ انسان اپنے طور پر جتنی بھی احتیاط برتے لیکن دنیا کی دلچسپیوں اور لذات سے دامن بچانا آسان کام نہیں ہے اور انسان کہیں نہ کہیں اپنے دامن کو آلودہ کر ہی بیٹھتا ہے۔

جامِ مے توبہ شکن توبہ مری جام شکن

سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے ص۴۸۹

گناہ اور توبہ کے حوالے سے اس سے بہتر شعر شاید ہی کبھی کسی شاعر نے لکھا ہو۔ جام سے مراد گناہوں کی کشش ہے۔ پہلے مصرع میں گناہ اور توبہ کی کشمکش کو ظاہر کیا گیا ہے، دوسرے مصرع میں "ٹوٹے ہوئے پیمانوں" ذو معنی ہے۔ اس سے مراد ٹوٹی ہوئی صراحیاں بھی ہیں، شکستہ وعدے بھی ہیں، مطلب یہ ہوا کہ گناہ بار بار مجھے توبہ توڑنے پر مجبور کرتے ہیں اور آخرت کا خوف بار بار مجھے پیمانۂ مے توڑ کر توبہ کرنے پر مجبور کرتا ہے اور اس کشمکش کے نتیجے میں میرے سامنے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اس ڈھیر میں کچھ ٹوٹے ہوئے پیمانے ہیں اور کچھ ٹوٹے ہوئے پیمان (یعنی توبہ کے وقت کیے گئے وعدے جو بعد ازاں شکست وریخت کا شکار ہو جاتے ہیں)۔ ریاضؔ خیر آبادی

روایتِ خمریات کا ایک ایسا شاعر ہے جس نے روایت سے استفادہ کرتے ہوئے، اس میں قابلِ قدر اضافے کیے ہیں اور الفاظ وتراکیب کو نئے معنی و مفاہیم عطا کیے ہیں۔ ان کی خدمات قابلِ ستایش ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

(1) حسن عمید، مولف فرہنگِ عمید، تہران، مئوسسہئ انتشارات امیر کبیر وسازمان تبلیغات اسلامی، ۱۳۶۴ھ شمسی، ص ۸۷۷

ترجمہ "خمر۔ انگور یا کھجور کا وہ رس جو عملِ تخمیر کے ذریعے شراب میں بدل چکا ہو، پینے کی ہر چیز جو نشہ طاری کر دے چاہے وہ شراب ہو، عرق ہو یا ایسا ہی کچھ اور بیش تر اس پر شراب کا حکم لگتا ہے، خمریہ (اس کی جمع خمریات ہے (شاعروں کی اصطلاح میں: وہ اشعار جو خمر یعنی شراب، جام وغیرہ کی تعریف میں کہے جائیں۔"

(2) سنین بمطابق وفیاتِ مشاہیر اردو، بشارت فروغ، لکھنو، اتر پردیش اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء ص ۴۵۴

(3) خم کدۂ ریاض مشمولہ ماہنامہ الناظر، لکھنو، الناظر بک ایجنسی، جنوری ۱۹۳۰ء ص ۴۷

(4) (حامد حسن قادری)، خم خانۂ ریاض مشمولہ نقد و نظر، آگرہ، شاہ اینڈ کمپنی، ۱۹۴۲ء ص ۲۱۴ تا ۲۲۷

(5) (انور کمال حسینی، پیش لفظ)، انور کمال حسینی (مرتب) کلامِ ریاض خیر آبادی، دلّی، اسٹار پبلی کیشنز، ۱۹۶۰ء

(6) سید سبحان اللہ (مقدمہ) مشمولہ ریاض رضوان (دیوانِ ریاض خیر آبادی)، حیدر آباد دکن، اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۳۸ء ص ۳

(7) دیوان ریاض کے ہندوستانی ایڈیشن میں دیوانِ غزلیات سے پہلے ۱۴۴ صفحات موجود ہیں جن میں مختلف مقدمات، پیش لفظ اور تقاریظ کے ساتھ ساتھ دیوان کے دو حصوں کی فہرست بھی موجود ہے لیکن پہلی غزل کے ساتھ پھر سے صفحہ نمبر (۱) درج کر دیا گیا ہے اس لیے ۱۹۶۱ء میں چھپنے والے پاکستانی نسخے سے اشعار درج کیے گئے ہیں اور ساتھ میں صفحہ نمبر بھی لکھا گیا ہے۔ حوالہ یہ ہے

رئیس احمد جعفری (مرتب) ریاض رضوان، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۱ء

(8) محمد اقبال، بال جبریل، لاہور، تاج کمپنی، طبع اول، ۱۹۳۵ء، ص ۵۳